© rasailojaraid.com

دلائل القرآن

از

(نجم الدین اصلاحی)

(۲)

تحدی یعنی قرآنی چیلنج منکرینِ قرآن ابتدائے نزول ہی سے قرآن پر نت نئے اعتراضات اور شکوک وشبہات وارد کرتے رہے اور باوجود اہلِ زبان ہونے کے قرآن کا چیلنج قبول کرنے سے قطعاً عاجز تھے۔ آخر ان کا یہ عجز کس بنا پر تھا اور کیوں اس کے مقابلہ میں آنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی درانحالیکہ ان کا یہ کہنا تھا "لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا" پھر کیوں نہیں بنا لائے جبکہ قرآن سارے قصوں کا خاتمہ اسی پر کر رہا تھا؟

یہ ایک اہم اور مشکل سوال ہے جس پر علمائے اسلام نے ہر دور میں دادِ تحقیق دینے کی سعی فرمائی ہے اور وجوہِ اعجازِ قرآن پر نہ جانے کتنی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ امام عبدالقاہر جرجانیؒ، امام باقلانیؒ، استاد مصطفےٰ صادق رافعی اور حضرت الاستاذ مولانا حمیدالدین فراہیؒ کی تحقیقات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ذیل میں ہم پہلے ان آیات کو ترتیب وار درج کرتے ہیں جن میں قرآن عزیز نے تحدی کی ہے

(۱) قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (قصص)

(۲) قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔ (بنی اسرائیل)

(۳) أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللّٰهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ (ہود)

(۴) وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْآنُ أَن يُفْتَرَىٰ مِن دُونِ اللّٰهِ وَلٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا
بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (یونس)
أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ (طور)

آیاتِ مذکور کو ہم نے اسی ترتیب سے درج کیا ہے جس ترتیب سے قرآن نے تحدی کی اور بتدریج اپنا قدم بڑھایا ہے۔ علماء کے اقوال دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت سب کے نزدیک وجوہِ اعجاز میں بڑی اہمیت رکھتی ہے چنانچہ انھوں نے کلامِ بلیغ میں تین حیثیتوں سے بحث کی ہے۔ انتخاب مفردات، بندش اور ترکیب اور اسلوب و طرزِ ادا۔

قرآن مجید کے مثل لانے کا عجز اور اس کی حکمت کا سراغ ذیل کی آیات میں کچھ ملتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ بَلْ عَجِبُوا أَن جَاءَهُم مُّنذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَٰذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ

يسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ — قسم ہے اس پکے قرآن کی تو تحقیق ہے بھیجے
الْمُرْسَلِينَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ — ہوؤں میں سے اوپر سیدھی راہ کے اتارا
تَنزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ (یٰسٓ) — زبردست رحم والے نے۔

قرآن کی بزرگی اور عظمتِ شان پر بذاتِ خود قرآن شاہد ہے جس نے اپنی اعجازی قوت اور بے پایاں اسرار و معارف، پُرحکمت تعلیمات اور اعلیٰ مضامین کے اعتبار سے قومِ عرب کے اندر ذہنی و فکری انقلاب طاری کر دیا اور تمام انسانوں میں عام تبدیلی پیدا کر دی، وہی قرآن بڑا زبردست گواہ اس بات کا ہے کہ جو نبی امی اس کو لے کر آیا یقیناً وہ اللہ کا بھیجا ہوا اور ٹھیک راستے پر تھا اور یہ قرآن اس خدا کا اتارا ہوا ہے جو عزیز و رحیم ہے۔

عربی میں عزت کے معنی ایسی قوت و طاقت کے ہیں جو مغلوبیت میں مانع ہو اسی سے عزیز ہے یعنی ایسی ذات جس پر غیر کی دسترس نہ ہو سکے اور جو غالب و قاہر ہو نہ کہ مغلوب و مقہور۔ پس جو ذات ایسی ہے اسی پر اس کے کلام کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نبی امی کی طاقت اور دسترس سے بھی باہر تھا جس نے نبوت سے پہلے غارِ حرا میں گوشہ نشینی کی زندگی گذاری، بچپن میں گلہ بانی اور جوانی میں تجارت کی کہ کوئی قرآن اپنے الفاظ میں تالیف کر سکتے معلوم ہوا کہ قرآنِ عزیز خالص اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

ہمارے پاس قرآن مجید کے بعد احادیث نبوی کا زبردست ذخیرہ موجود ہے اور اسماء الرجال کا وہ عظیم الشان دفتر ہے جس میں کلام نبوی کے روایت کرنے والوں کی ثقاہت وغیرہ کو اس طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ مجال گفتگو نہیں چنانچہ مسلمانوں کی اس مصوری پر دنیا تحقیق متحیر ہے اگر مستشرقین یورپ کے قول کے مطابق کہ محمد عربی (صلعم) ہی نے قرآن کو اپنے الفاظ میں لکھوایا ہے تو پھر اسی طرح آنحضرت صلعم ہی نے تو احادیث کو بھی لکھوایا تھا آخر احادیث کے مجموعہ الفاظ میں وہ تاثیر کیوں نہیں پائی جاتی اور اس کی تلاوت کیوں نہیں کی جاتی جب کہ اسلوب نبی اور اسلوب قرآن دونوں ایک ہی ہیں۔ معلوم ہوا کہ خصائص و اسلوب قرآن اور خصائص و اسلوبِ احادیث میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس فرق کو سمجھنے کے لئے ہم آیت تکمیل دین جو سنہ حجۃ الوداع کے موقع پر جمعہ کے دن عصر کے وقت نازل ہوئی اور اسی جگہ اور اسی وقت دنا رتیخ میں آنحضرت صلعم نے چالیس ہزار قدوسیوں کے مجمع میں جو خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا ہے العقد الفرید جلد دوم ص۳۰ سے ذیل میں درج کرتے ہیں پورا خطبہ کتاب مذکور میں ہے۔

"ایھا الناس . . . اسمعوا منی ابین لکم فانی لا ادری لعلی لا القاکم بعد عامی ھذا فی موقفی ھذا . . . ایھا الناس ان دماءکم و اموالکم علیکم حرام الی ان تلقوا ربکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا . . . الا ھل بلغت . اللھم اشھد فمن کانت عندہ امانۃ فلیؤدھا الی الذی ائتمنہ علیھا وان ربا الجاھلیۃ موضوع وان اول ربا ابدا بہ ربا عمی العباس بن عبد المطلب وان دماء الجاھلیۃ موضوعۃ وان اول دم ابدا بہ دم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عامر بن ربیعة بن الحارث ابن عبد المطلب . . . وان ما ثر الجاهلیة موضوعة غیر السدانة والسقایة الخ"

اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا الخ (قرآن)

یہ دو نمونے ایسے پیش کر دیئے گئے ہیں کہ جو ذرا بھی کلام عرب کی ممارست رکھتا ہے صاف فیصلہ کر دے گا کہ یہ دونوں کلام ایک ہی شخص کے نہیں ہو سکتے اور اسلوب قرآن اور اسلوب حدیث میں ایسا نمایاں فرق ہے کہ باوجود خطبۂ حجۃ الوداع کی بلاغت و فصاحت کے پھر بھی کلام ناس اور کلام ربانی کا فرق واضح رہتا ہے حالانکہ آنحضرت صلعم کا خود ہی ارشاد ہے "انا افصح العرب" پیغمبر سب کچھ ہو جائے لیکن خدا نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ کی ہر صفت اس درجۂ کمال پر ہے جس کا تصور انسانی قوت سے باہر ہے قرآن کریم خود اپنے اوصاف کو بیان کرتا ہے ارشاد ہوتا ہے

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ الخ

یہ قرآن مجید ہی کی قدسیت ہے کہ چودہ سو برس سے اس کے حفظ اور تلاوت کا سلسلہ قائم ہے اور ایمان والوں کے حواس باطنی کے اندر اس کا نشیمن، بار بار کی تکرار میں حلاوت و تاثیر کی زیادتی اس کا ایسا محیر العقول اعجاز ہے جو اس آسمان دنیا کے نیچے آسمانی و غیر آسمانی کتابوں کو نہ کبھی نصیب ہوا اور نہ کلام ناس و کلام ربانی ایک دوسرے سے مخلوط ہو سکے۔

لیس شان القرآن کشان کلام الناس کلام ناس اور کلام رب کو ہم چند مثالوں سے واضح کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ اچھی طرح ثابت ہو جائے کہ کلام ناس سے کلام ربانی پر استدلال کرنا یا اس پر قیاس کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔

قرآن مجید میں ایک چھوٹی سی سورۃ نصر ہے۔ اہل زبان اس کے مضمون کو زیادہ سے زیادہ دو طرح پر ادا کر سکتے ہیں۔

(۱) اِنَّ اللّٰہ قد نصرك و دخل الناس فی دینك فاحمد اللّٰہ واستغفرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من ذنوبك فان الله يتوب عليك۔

(۲) اذا نصرك الله واتاح لك الفتح ودخل الناس فی دين الله افواجا فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا۔

(۳) اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (نصر)

مذکورہ بالا تینوں عبارتیں اہل علم کے سامنے ہیں اس تھوڑے تھوڑے سے ہیر پھیر میں کلام کی بلاغت کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ سورۂ نصر میں الفاظ کی بندش اور جملوں کا جوڑ اعلیٰ درجہ پر ہے چنانچہ جو لفظ جہاں ہونا چاہئے تھا وہیں نگینہ کی طرح جڑا ہوا ہے، غور کرو کہ اللہ کی مدد کا آنا کس قدر اعلیٰ خوشخبری ہے اور نیک فالی۔ ایک مستقل وجود فرض کرکے لفظ (جاء) لایا گیا یہ نہیں کہ تمہاری مدد کی گئی وغیرہ۔ اللہ کی مدد کے بے شمار نتائج میں مگر آنحضرت صلعم کے مشن کے مناسب فتح مکہ بڑی نعمت اور خیر کثیر ہے لہذا اس کے متصل (والفتح) کہا گیا۔

" وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فتح سے اسی طرح متصل ہے جیسے فتح نصر اللہ سے فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں تمام عرب کے وفود آئے اور اسلام میں داخل ہوئے۔ نصر اللہ سے مناسب تسبیح و تقدیس ہے اور اسلام کی اشاعت و نشر کے مناسب استغفار ہے کہ فرائض نبوت پورے ہوئے اب خدا کو یاد کرو۔ چنانچہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ گویا خبر وفات ہی تھی۔ اور عرفاء صحابہ نے ایسا ہی سمجھا۔

قرآن مجید کے اسالیب اور تفنن خاص سے سارا قرآن بھرا ہوا ہے ایک اور مثال سے اسلوب کلام ناس اور اسلوب کلام ربانی کے فرق کو ہم بتلانا چاہتے ہیں وہ آیت یہ ہے۔

رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا (سورۂ مریم)

حضرت زکریا علیہ السلام بہت زیادہ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ اولاد کی امید منقطع اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔ کہنا صرف یہ ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن پکارتے ہیں تو مذکورہ بالا الفاظ میں اُن کو سامنے رکھا جاتا اور پھر اس مضمون کو دوسرے اپنے الفاظ میں دہرایا جاتا تو "وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ" کو وهنت عظام بدنی انا وهنت عظام بدنی، انی وهنت العظام من بدنی، انی وهنت العظام منی وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے لیکن کیا کلام ناس اور کلام رب کا فرق اور اسلوب میں وہی بات ہے جو وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا میں ہے ؟

"ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا"

اس موقع پر ہم ایک اور آیت کریمہ کا ذکر کرنا ضروری خیال کرتے ہیں وہ مشہور آیت یہ ہے۔

وَقِيْلَ يَا اَرْضُ ابْلَعِيْ مَاءَكِ	اور حکم آیا اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے
وَيَا سَمَاءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ	آسمان تھم جا اور سکھا دیا گیا پانی اور ہو چکا کام
الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ	اور کشتی ٹھہری جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا کہ دور
وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ	ہو قوم ظالم (ہود)

قرآن عزیز میں یہ آیت کریمہ ایسی ہے کہ جس کے وجوہ اعجاز پر علماء نے خصوصیت سے توجہ فرمائی ہے اور مستقل کتابیں اور بحثیں کی ہیں ان میں علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی نے اپنی تفسیر میں علم بدیع کی ۲۱ انواع کا ذکر اس کے تحت میں کیا ہے اور اسی طرح سید محمد بن اسمٰعیل امیر نے اپنی کتاب النھر المورد فی تفسیر آیۃ ھود میں ۲۱ وجوہ سے تعارض فرمایا ہے جس کو ہم گنا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ فرماتے ہیں

ھو المناسبة والمطابقة والمجاز والاستعارہ والاشارة والتمثیل والارداف والتعلیل وصحة التقسیم والاحتراس والایضاح والمساوات وحسن النسق والایجاز والتسھیم والتھذیب وحسن البیان والتمکین والتجنیس والمقابلة والذم والوصف۔

ان تمام انواع پر مفصل کلام فرمایا ہے جو اپنے مقام پر موجود ہے اور لطف یہ کہ تمام بحث محض تصویر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ ایک رخ یعنی بلاغت پر ہے۔ باقی فصاحت معنویہ ولفظیہ پر گفتگو مزید براں ہے۔ اصل بحث کو پڑھنا چاہیئے یہاں تمام کے ذکر کی گنجائش نہیں البتہ مفسرین کی بعض عبارتیں ہم درج کر کے فیصلہ اہل علم اور ارباب ذوق پر چھوڑ دیتے ہیں مدارک میں ہے۔ ومن تو اطبق المعاندون علی ان طوق البشر قاصر عن الاتیان بمثل هذه الایة وللّٰه در شان التنزیل لا یتامل العالم آیة من آیاته الا ادرک لطائف لا تسع الحصر ولا تظنن الایة مقصورة علی المذکور فلعل المتروک اکثر من المسطور۔

مفسر ابو السعود فرماتے ہیں۔ ولقد بلغت الایة الکریمة من مراتب الاعجاز قاصیتها وملکت من غرر المزایا ناصیتها وقد تصدی لتفسیرها المهرة المتقنون ولعمری ان ذلک فوق مایصفه الواصفون فحری بنا ان نوجز الکلام فی هذا الباب ونفوض الامر الی تامل اولی الالباب واللّٰه عنده علم الکتاب۔

جمل حاشیہ جلالین میں ہے۔ قال بعضهم هذه الایة ابلغ ایة فی القرآن وقد احتوت من انواع البدیع علی احد وعشرین نوعا الخ

ہم اوپر بھی ذکر کر چکے ہیں کہ کفار مکہ اور فصحاء و بلغاء عرب و عدنان کو بھی قرآن کی فصاحت و بلاغت، حسن اسلوب۔ قوت تاثیر، طرز موعظت، شیریں بیانی موزونیت و سلاست کا اعتراف تھا اور بعض نے تو خارق عادت کلام کو دیکھ کر سحر کہنا شروع کر دیا تھا نہ صرف کفار کو قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا یقین تھا بلکہ جبلت تک کو قرآنی رشد و ہدایت پر مستحکم عہد کرنا اور ایمان لانا پڑا امام لغت ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ ایک بدو نے کسی آدمی کو آیت " فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ " پڑھتے سنا تو فوراً سجدہ میں گر گیا اور کہا کہ یہ کلام ایسا فصیح ہے کہ سجدہ کیا جائے [1]

ایک اور مثال سے قرآن کی فصاحت و بلاغت اور اعجاز کو کسی قدر سمجھا جا سکتا ہے وہ یہ کہ عرب میں دستور تھا کہ جو شعراء چوٹی کے تھے ان کے کلام کو خانہ کعبہ پر آویزاں کیا جاتا اور فخر

[1] اس مقام کی مزید تشریح کے لئے فاضل مضمون نگار کو زرقانی علی المواہب ج ۵ کا مطالعہ کرنا چاہیئے (برہان)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مباہات کے طور پر ساری دنیا کو گونگا کہا جاتا تھا اور جب تک قرآن کا نزول نہیں ہوا ایک صدی سے اوپر تک معلقات السبع کو برابر سجدہ کیا جاتا رہا چنانچہ اساتذہ سے سننے میں آیا ہے کہ جب فرزدق نے یہ شعر سنا ؎

وجلا السیول عن الطلول کانھا زبر تجد متونھا اقلامھا (لبید)

تو سجدہ میں گر پڑا۔ (جمہرة البلاغة)

سموّل ابن عادیا عرب کا مشہور شاعر ہے فخریہ کہتا ہے ؎

ونُنکر ان شئنا علی الناس قولھم ولا ینکرون القول حین نقول

ہم چاہیں تو لوگوں کی باتوں کی تردید کر سکتے ہیں لیکن ہمارے کہے کی کوئی تردید نہیں کر سکتا اس مضمون کے مشابہ آیت ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہے۔

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ۔ سموّل کا فخر صرف یہاں تک محدود ہے کہ اس کی بات کی کوئی تردید نہیں کر سکتا اعمال و افعال ذکر نہیں ہے۔ اور دونوں کے طرز ادا اور اسلوب میں وہی فرق ہے جو کلام رب اور کلام بشر میں ہونا چاہیے۔

نزول قرآن سے قبل کے اشعار، قصائد، نثر اور ابیات محفوظ چلے آتے ہیں اور لوگ برابر اس کو پڑھتے، دہراتے رہتے ہیں۔ اسی طرح نہ جانے کتنی بار امری القیس کا مشہور لامیہ قفا نبک من ذکری الخ پڑھا گیا۔ اس کے معنی بچوں اور طالب علموں کو بتائے گئے، اور اس پر غور و فکر بھی کیا گیا لیکن سوال یہ ہے کہ یہ قصائد و ابیات وغیرہ خود شاعری کے مرتبہ سے ایک انگل بھی آگے بڑھ سکے اور کیا لوگوں کے قلوب میں ان کی کوئی خاص جگہ ہے اور کیا ان اشعار نے کوئی خاص انقلاب پیدا کیا اور کیا ان اشعار کی تاثیر کہیں باقی رہ سکی ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے۔ لوگوں کے کلام مثل جنگل کے ہیں جس میں درخت گھاس، کانٹے، پھل، پھول اور کیڑے مکوڑے سب ہی موجود ہیں بخلاف اس کے قرآن گویا پھولوں سے نکلا ہوا عطر، پھلوں سے بنا ہوا شہد جو اثر اور حلاوت کے ساتھ ساتھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسا چمن ہے جس میں نگاہ کے لئے ہر حسن جمع کر دیا گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی ذات بے ند و بے نظیر "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ" ہے تو اسی طرح اس کے کلام کو بھی سمجھنا چاہیئے۔

سورہ اعراف میں ایک اسلوبِ خاص قرآن نے استعمال کیا ہے "وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ" کیا اس اسلوب سے دنیائے عرب و عجم پہلے سے واقف تھی؟ صاحب فتح البیان جن کی نظر بڑی وسیع اور کلام عرب سے خاص دلچسپی تھی فرماتے ہیں "هذا التركيب لم تعرفه العرب الا بعد نزول القرآن" اسی طرح لفظ "نفث" ہے ائمہ لغت میں زجاج اور ابو عبیدہ کا قول ہے "ان اهل اللغة لا يعرفون النفث . . . ولم يات في الشعر ما يحتج به في معنى النفث" پھر کس مائی کے لال کو معارضہ و مقابلہ کی ہمت ہو سکتی تھی۔

آنحضرت صلعم کے وصال کے قریب بہتوں کو اس طرح کا خیال ہوا تھا جس کو ہم آگے مفصل بیان کریں گے۔ یہاں صرف اس قدر جان لینا کافی ہے کہ عرب دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ زبان کے مالک تھے اور اپنی عقل و ارادہ میں خود مختار تھے ان کا عجز اور ان کی درماندگی دربارۂ قرآن بیّن ثبوت ہے کہ قرآن عزیز کے مثل ایک آیت اور ایک بات بھی لانے سے قطعاً عاجز تھے یہ عجز علومِ انسانی کے خصائص سے نہیں بلکہ علومِ ربانی کے اعجاز کی بنا پر تھا جس کے سامنے مجبوراً دنیا کو جھکنا اور اعترافِ عجز کرنا پڑتا تھا۔

علماء کا اعتراف حقیقت | مستشرقین یورپ اور بہت سے علماء کو قرآنِ حکیم کے سمجھنے میں بہت کچھ مغالطے پیش آئے اور کلامِ بشر سے کلامِ الٰہی کے سمجھنے، تفسیروں سے حل کرنے اور لغت و نحو پر کلی بھروسے نے ان کو راہ راست سے ہٹا دیا چنانچہ آیات اور سورتوں کے اسرار و معارف باوجود غیر معمولی سعی و جہد کے تفسیروں سے حل نہ کر سکے۔ حالانکہ جب قرآن نہ تو سحر تھا اور نہ شعر و کہانت تو پھر کیوں نہ خود قرآن سے پوچھا گیا کہ تو کیا ہے؟ قرآن بتاتا میں نور ہوں، ہدایت ہوں شفاء ہوں۔ رحمت ہوں۔ دلیل و برہان ہوں، حکمت اور کتاب ہوں اور سب سے بڑی بات یہ کہ رب السموات والارض کا کلام اور اس کا علم ہوں اور تاریخ نے انبیاء، حکماء، اور سیاسیوں و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقننوں کے جتنے علوم وفنون اپنے اندر محفوظ رکھے ہیں میں ان سب سے بہتر واعلیٰ ہوں کیونکہ جب محض انسانی علم انسانوں کی اصلاح وکفالت کا ذمہ دار نہیں تو پھر اسے کیا مانع ہے کہ وہ فطری مقنن خدا کے سامنے نہ جھکے اور جھکے تو کسی شخص اور انسانی علم کے سامنے ؟ خدا تو بآواز بلند فرما رہا ہے۔

"اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں شفاء اور رحمت ہیں اور نا انصافوں کو اس سے الٹا نقصان بڑھتا ہے" (سورہ بنی اسرائیل)

پس جن کے اندر فطری صلاحیت، قلب میں صفائی، روح میں پاکیزگی اور حقیقت کی طلب وجستجو کار فرما تھی وہاں عروس قرآن نے اپنی نقاب حجاب الٹ دی۔ اور جہاں ضمیر پر سو طرح کے پردے پڑے اور دلوں پر قفل لگے تھے وہاں آفتاب ہدایت نے اپنی روشنی تو سلب کر لی مگر ظلمت اندیش ان کے حصہ میں آئی۔ غرض قرآن کی فصاحت وبلاغت اور وجوہ اعجاز پر ذیل کی رائیں خاص طور پر قابل لحاظ ہیں۔

(۱) قاضی ابوبکر باقلانی ؒ کا ارشاد ہے۔ قرآن مجید کے اجزاء کی فصاحت میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ ہر کلمہ بلندی کی انتہا پر پہنچا ہوا ہے اور جو کچھ قرآن میں ہے فصاحت کے بلند مرتبے پر ہے۔ "ونحن نعتقد ان الاعجاز فی بعض القرآن اظہر وفی بعضہ ادق واغمض"

(۲) امام عبدالقاہر جرجانی وغیرہم فرماتے ہیں کہ اعجاز قرآن تراکیب نحویہ اور وجوہ بلاغت کی بنا پر ہے جس کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ قرآن لفظاً ومعنی کے لحاظ سے معجزہ ہے

(۳) استاد مصطفیٰ صادق رافعی کا قول ہے کہ قرآن ایسی لغت میں نازل ہوا ہے کہ اس کی کم سے کم اور چھوٹی سے چھوٹی آیات کے مثل لانے سے انسان قطعاً عاجز ہے۔ قرآن نور کے جملہ سے بہت مشابہ ہے جس کے بعد دوسرا جملہ نور ہی کا لایا جاتے وغیرہ۔

علامہ سیوطی نے ایک لمبی تقریر فرمائی ہے چند فقرے یہ ہیں۔ ان القرآن انما صار معجزاً لانہ جاء بافصح الالفاظ فی احسن نظم التالیف متضمناً اصح المعانی الخ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس اہم گفتگو میں علامہ سیوطی کے خیال کا خلاصہ یہ ہے کہ جو الفاظ قرآن کریم نے استعمال کئے ہیں معنی بھی اس کے اندر شامل ہے اور یہی چیز وجہ اعجاز ہے (اتقان)

(۵) ڈاکٹر طہٰ حسین مصری کا خیال ہے کہ کلام کی تین قسمیں ہیں۔ شعر، نثر اور قرآن۔ ڈاکٹر صاحب کے کہنے کا منشا یہ ہے کہ قرآن نے ایسا جدید اسلوب اختیار کیا ہے کہ نہ اس کو شعر کہہ سکتے ہیں نہ نثر بلکہ وہ قرآن ہے۔ کیونکہ قرآن دنیاوی نثر و نظم سے لگا نہیں کھاتا بلکہ وہ ایک خاص قسم کی موسیقیت و جاذبیت اپنے اندر رکھتا ہے جو ترکیب الفاظ و تتابع آیات سے محسوس ہوتا ہے ا ھ۔

(۶) ڈاکٹر زکی مبارک مصری کا قول ہے کہ قرآن عربی نثر ہے اور ایک خاص ادبی اثر اپنے اندر رکھتا ہے جس کو مندرجہ ذیل اوصاف سے سمجھا جا سکتا ہے۔

(۱) قرآن شعر موزوں سے پورے طور پر خالی ہے۔ البتہ ماقبل و مابعد کے لحاظ سے نثر ہے۔

(۲) آیات کا نظام اس طور پر ہے کہ وقوف کامل کے ساتھ قاری کے دل کو آرام محسوس ہوتا ہے اور ایسا سلسلہ نظام ہے جو نثر مرسل اور اس سجع کے مخالف ہے جو عرب جاہلیت کا خاصہ تھا اور بعد اسلام کے بھی جاری رہا۔

(۳) ضرب الامثال اور قصص کا ذکر اور ایک ہی قصہ کو اپنی مناسبت سے بار بار لانا

(۴) بعض جگہ ایسے الفاظ کو لانا جس کا مفہوم نہ سمجھا جائے جیسے الم، حم۔ ص وغیرہ

(۵) قرآن نے سجع کا التزام نہیں کیا ہے بلکہ کبھی تو ہم ایک چھوٹی سی سورت میں سجع کو پاتے ہیں اور کبھی بڑی سورتوں میں۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سجع سے کلام مرسل کی جانب انتقال ہو جاتا ہے

(۷) نظام ابراہیم بن سیار بن ہانی استاذ جاحظ کا خیال ہے۔ "ان اعجاز القرآن بالصرفۃ الخ" نظام کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کی عقلوں کو قرآن مجید کے معارضہ کرنے سے سلب کر لیا حالانکہ ان کو قدرت تھی یعنی ایک امر خارجی مانع ہوا جس طرح تمام معجزات "معتزلہ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھوپڑی الٹی ہوتی ہے بالخصوص قرآن کے معاملہ میں ۔ سورہ بنی اسرائیل کی آیت قل لئن اجتمعت الانس الخ صاف دلالت کررہی ہے کہ ان کا عجز ان کی قدرت کے ساتھ ساتھ تھا اگر قدرت سلب کرلی گئی ہوتی تو اس تحدی وچیلنج کا فائدہ ہی کیا ہوتا ؟ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ تحدی زمانے کے زوال کے ساتھ ساتھ اعجاز قرآن کا بھی معاذاللہ زوال ہوگیا

(۴) شیخ طہ حبیب کا ارشاد ہے : "القران هو اللفظ العربي ، المنزل على محمد عليه الصلوٰة والسلام المتعبد بتلاوته المتحدى باقصر سورة منه ، المتواتر ، فالمنزل هو اللفظ المقروء ..." وجملة القول ان المنزل والمقروء ليس هو الصفة القديمة كما هو ظاهر"

[illegible]

شیخ صاحب مرحوم کی عبارت صاف ہے البتہ بحث فرق کلام اللہ اور قرآن کے متعلق جو ان کی تحقیق ہے وہ یہ ہے کہ کلام اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ صفت قدیمہ ہے جو سکوت اور آفت کے منافی اور حروف واصوات کی جنس سے نہیں ہے اور امر ونہی واخبار ہونے کی وجہ سے نہ تو مختلف ہوتی ہے اور نہ ماضی وحال اور استقبال سے متصف ہوتی ہے الا بحسب التعلقات والاضافات ۔ خلاصہ یہ ہے کہ منزل اور مقروء یہ صفت قدیمہ نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے ۔

تحقیق کلام نفسی

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ کلام کی نسبت ہمیشہ تالیف کرنے والے کی طرف ہوتی ہے اگرچہ تلفظ کسی کا ہو یا جانب کسی کے ہو اور زبان پر کسی کے ہو ۔ کلام کا تالیف کرنا حقیقۃً قلب کا کام ہے اس لئے اصل کلام کلام نفسی ہوا جو کہ قلب اور فواد کا کلام ہے زبانی الفاظ اور کاغذی نقوش وغیرہ جو خزانہ حافظہ میں محفوظ ہوگئے ہیں سب اسی کلام نفسی کے ظلال وآثار ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علم اور صفت کلام سے جو کہ دوسرے صفات ازلی کی طرح حقیقیہ ودر ازلی ہیں قرآن کو تالیف فرمایا اس لئے معانی اور الفاظ قدیم ہوں گے اور تلفظ مثلاً تحریر نزول وغیرہ حادث ہوگا ۔ ان الفاظ میں ازل سے اندر تقدم اور تاخر صرف ذاتی ہوگا زمانی نہ ہوگا اس لئے کلام لفظی کو حادث کہنا خلاف تحقیق ہوگا ۔ صرف تلفظ حادث ہے کلام نفسی ولفظی حادث نہیں کما فصلہ بحر العلوم فی فواتح الرحموت ۔ امام احمد بن حنبلؒ کا اس کو قدیم کہنا اسی بناء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر تھا مگر بہت سے حنابلہ نہ سمجھ سکے اور یہی معنی ہیں امام ابو یوسفؒ کے اس ارشاد کے "ناظرت اباحنیفة ستة اشهر ما جتمع رائی ورأیه علی ان من قال بخلق القرآن فهو کافر"

اس مختصر تشریح سے یہ بات بھی نکل آتی ہے کہ اعجاز اور تحدی جو چودہ سو برس سے قائم ہے وہ ہمیشہ قائم رہے گی اور منجملہ قرآنی حکمتوں کے یہ حکمت بھی مسلم ہے کہ قرآن قدیم ہے اور کلام قدیم جس کو کلام نفسی سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کا معارضہ محال اور یہ چیلنج قبول کرنا ناممکن ہے۔

(۹) ابوالحسین احمد بن یحیی المعروف با بن الراوندی معتزلی بلکہ ملحد کہتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے اپنے نبی کی نبوت پر قرآن کو دلیل میں پیش کیا ہے اور دلیل یہ دی کہ آنحضرت صلعم، نے اہل عرب کو چیلنج کیا کہ قرآن کے مثل لاؤ مگر عرب اس کے مثل لانے اور معارضہ سے عاجز رہے (مذاق کے طور پر) کہتا ہے کہ اگر یہی چیز دلیل نبوت ہے تو اگر اقلیدس یہ دعویٰ کرے کہ میری کتاب کے مثل لاؤ اور دنیا لانے سے عاجز رہے تو اس سے میرا نبی ہونا ثابت ہو جائے گا؟

ابن الراوندی کی ہفوات میں مغالطہ کو بڑا دخل ہے وہ یہ کہ اقلیدس کو خود بھی یہ طاقت نہیں کہ دوسری کتاب اس کے مثل بنا لاوے یا کسی اور قضیئے و مقالے کا اضافہ کر سکے لہٰذا اقلیدس اور دوسروں کا عجز مساوی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اقلیدس نے اپنی کتاب میں حقائق کا اختراع نہیں کیا ہے پس ابن الراوندی کی حماقت سے اقلیدس اور اس کی کتاب کی کوئی اہمیت نہیں ثابت ہوتی ہے۔ ابن الراوندی کو معلوم نہ تھا اور نہ اقلیدس کو گمان تھا کہ تیرھویں صدی ہجری میں چریاکوٹ ضلع اعظم گڈھ کے اندر ایک ہستی پیدا ہو گی جو مولانا عنایت رسول کے نام سے پکاری جائیگی اور سرسید جیسے لوگوں کو اس کی شاگردی کا شرف حاصل ہو گا وہ اقلیدس کے مقالوں پر اضافہ کر دے گا اگر اقلیدس زندہ ہوتا تو داد دیتا اور ابن الراوندی کو اپنی طالب علمانہ جہالت کا اعتراف کرنا پڑتا۔ ملاحظہ ہو "مقولات عشریہ" (البشریٰ ص۲۵)

(۱۰) حضرت استاد امام مولانا حمید الدین الفراہیؒ صاحب تفسیر نظام القرآن نے وجوہ اعجاز قرآن پر مفصل کلام فرمایا ہے۔ اسالیب القرآن غیر مطبوع اور جمہرۃ البلاغۃ مطبوع کے اندر وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقائق علمی بیان فرماتے ہیں جو صرف حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا حصہ تھا اور صرف آپ کی ایک ذات ایسی تھی کہ مطالب قرآن، مشکلات قرآن وغیرہ پر آج کل کی نت نئی قرآنی بے راہ روی میں رجوع کیا جاسکتا تھا جس کو سرزمین مصر نے ہم سے چھین لیا" انما اشکو بثی وحزنی من اللہ"

اثناء درس میں جو کچھ باتیں یاد رہ گئی ہیں وجوہ اعجاز قرآن پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر خیالات کو ہم قول فیصل کے طور پر پیش کرتے ہیں تفصیل کے لئے انتظار کیا جائے یا مذکورہ بالا کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے۔

ایک عام مصیبت علماء بلاغت کی بنیادی کمزوری ارسطو کی تقلید ہے اگر بلاغتِ قرآنی میں خود قرآن اور اسلوب کلام عرب کے صحیح تتبع اور حقیقی معرفت کو اساس قرار دے کر وجوہ اعجاز کو پرکھا جاتا تو "خشت اول چوں نہد معمار کج - تا ثریا می رود دیوار کج" کی مثل صادق نہ آتی اور نہ الفاظ اور اس کے صنائع وبدائع کو معنی کے خیال سے زیادہ حیثیت دی گئی ہوتی بلکہ جو شخص تکمیل نطق اور بلاغت کرنا چاہتا اس کو سب سے پہلے اپنی عقل، فکر اور تمیز کی تکمیل کرنی چاہئے تھی کیونکہ بہت سے لوگ فصیح تو ہیں کہ بلبل اور طوطے کی طرح خوش آوازی میں لوگوں کو متوجہ کر لیتے ہیں لیکن ان کے اندر حقیقت اور معنی کا نام ونشان تک نہیں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر حریری کے کلام کو سامنے رکھئے اور بعض احمق اور بد مذاق لوگوں کی جرأت کو ملاحظہ فرمایئے کہ حریری کے مقامات کو (نعوذ باللہ) قرآن سے بہتر قرار دے دیا ہے۔ بھلا آب حیات کو مردار سے کیا نسبت اور چراغ مردہ کو نور آفتاب سے کیا تعلق ہے؟" این الجیفة من ماء الحیات"

زمخشری جو کلام عرب پر گہری نظر رکھتا ہے وہ بھی اس نازیبا تقلید سے نہ بچ سکا اور کہہ گیا ہے

اقسم باللہ وآیاتہ   ومشعر الحج ومیقاتہ

ان الحریری حری بان   تکتب بالتبر مقاماتہ

حریری ہی کا یہ فقرہ بھی تو ہے" اقسم بلیلة الدجوجی" اس کی تاریکی والی رات چاندنی والی ہوگی ہے۔ لفظ "دجوجی" نے فقرے کی رونق کو مٹا دیا ورنہ استعارہ برا نہ تھا پھر بھی قرآن کے ارشاد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا" سے ان کو کیا علاقہ ؟

یہ تمام باتیں اسی عمومِ بلویٰ کی پیداوار ہیں اور ایسا فتنہ ہیں جس نے فہم بلاغت اور اعجاز قرآن کے دروازوں کو بند کر دیا ہے۔ غور کا مقام ہے امام ابو بکر باقلانیؒ جیسا مبصر جس نے اعجاز قرآن پر بہترین کلام کیا ہے اور معترضین کے جوابات دے کر قرآن عزیز کی پوری پوری حمایت کی ہے وہ بھی اس ہمہ گیر مصیبت سے بچ نہ سکا اور نہ جانے یہ کیسے کہہ دیا کہ آیت "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ الخ میں کوئی خاص بلاغت نہیں ہے۔ (سبحان اللہ، جمہرۃ البلاغۃ)

اسی طرح کی بات ابو نصر قشیریؒ نے کہہ دی ہے "لا ندعی ان کل ما فی القرآن علی ارفع الدرجات فی الفصاحۃ" جس کی توجیہ بعض فدبار نے یہ کی ہے کہ اگر تمام قرآن فصاحت میں برابر ہوتا تو وہ موجودہ طریقہ پر نہ ہوتا اور اس کے معارضہ کرنے سے کلی طور پر عجز کا اظہار ہو جاتا۔ بخیر ان معروضات کے بعد استاد امام مولانا فراہیؒ کے خیالات در بارۂ اعجاز قرآن ہم پیش کرتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

خلافت عباسیہ

جلد دوم

تاریخ ملت کا چھٹا حصہ جس میں اٹھائیس حکمرانوں متوکل سے لے کر مستعصم تک کے تمام تاریخی حالات بڑی کاوش سے جمع کئے گئے ہیں اس حصے میں بھی پہلے حصے کی تمام خصوصیتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے واثق باللہ کے زمانے تک ایک صدی کو چھوڑ کر عباسی خلافت کے ۴۲۴ سال کے دورِ حکومت کی تاریخ آپ کو اس میں ملے گی جس سے اندازہ ہوگا کہ بغداد جو مسلمانوں کی عظمت واقتدار کا گہوارہ اور مشرقی ملکوں کا سرتاج تھا کس طرح ویران و پراگندہ ہو کر ان متفرق جماعتوں کا مسکن ہو کر رہ گیا جو ہلاکو خاں کے ساتھ آئی تھی سلاطین بویہ۔ سلاجقہ۔ زنگی۔ ایوبی۔ علویین۔ باطنیہ وغیرہ ہم عصر دُول اسلامیہ کے حالات کا جامع خلاصہ بھی آپ کو اس کتاب میں ملے گا کتاب کے آخر میں عباسی خلافت کے تمام دور پر ایک سیاسی اور تاریخی نظر ڈالی گئی ہے جو کم دیکھنے... صفحات پر مشتمل ہے صفحات ۴۷۶ قیمت غیر مجلد للعۂ، قیمت مجلد پانچ روپے۔

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی نمبر ۶

© rasailojaraid.com